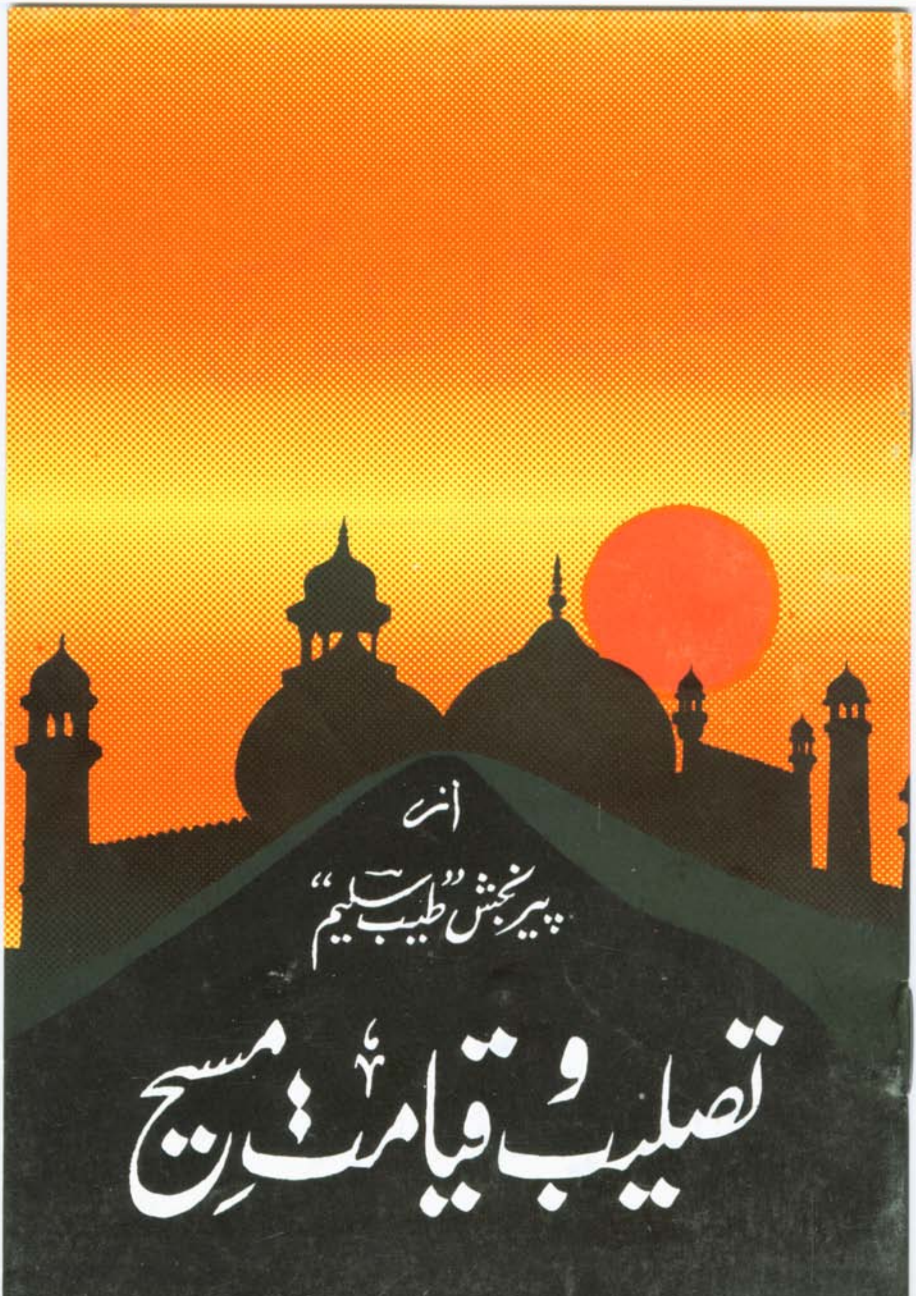
از
پیر بخش ”طیب سلیم“
تصلیب و قیامتِ مسیح

# تصلیب و قیامتِ مسیح

از

پیر بخش "طیب تسلیم"

ناشرین

ایم۔ آئی۔ کے

۳۶ فیروزپور روڈ۔ لاہور۔

بار ——— اُنیس ۱۹

تعداد ——— دو ہزار

ہدیہ ——— پانچ ۵ روپے

سنہ ۲۰۰۱ء

جملہ حقوق بحق ناشرین محفوظ ہیں

مینجر ایم۔آئی۔کے ۳۶ فیروز پور روڈ، لاہور نے موسیٰ کاظم پرنٹرز، لاہور سے چھپوا کر شائع کیا۔



# تصلیب و قیامتِ مسیح

اناجیل اربعہ میں اِس بات پر خاص طور پر زور دیا گیا ہے کہ جنابِ مسیح نہ صرف مر گئے بلکہ دفن ہوئے اور اس کے بعد جی اُٹھے۔ ان اناجیل سے پیشتر پولس رسُول کرنتھیوں کے نام اپنے خط میں رقمطراز ہیں کہ "مسیح کتابِ مُقدّس کے مطابق ہمارے گناہوں کے لئے مُوا اور دفن ہوا اور تیسرے دن کتابِ مُقدّس کے مطابق جی اُٹھا[1]"۔ لیکن اِس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ تعلیم نئی نہیں ہے بلکہ "میں نے سب سے پہلے تم کو وہی بات پہنچا دی جو مجھے پہنچی تھی[2]"۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ پہلے کرنتھیوں سے پیشتر (جس کے بارے میں نقادوں کی رائے ہے کہ وہ سنہ ۵۷ء میں لکھا گیا یعنی مسیح کی قیامت کے صرف ۲۴ سال بعد) پولس رسول کو یہ خبر پہنچائی جا چکی تھی۔ لہٰذا اِس خبر اور اِس حقیقت کا درمیانی

وقفہ کم سے کم تر ہوتا جا رہا ہے، اور یوں ہم اس وقت کے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں جب جنابِ مسیح مُردوں میں سے جی اُٹھے۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اِس واقعہ کے عینی شاہد بہت سے تھے وہ "کیفا کو اور اس کے بعد اُن بارہ کو دکھائی دیا۔ پھر پانچ سو سے زیادہ بھائیوں کو ایک ساتھ دکھائی دیا[۳]" "جن میں سے" پولس رسول فرماتے ہیں "اکثر اب تک موجود ہیں[۴]"۔ اگر یہ جھوٹ تھا تو وہ انہیں چیلنج کر سکتے تھے اور انہیں جھوٹا ثابت کر سکتے تھے۔ پھر انہوں نے کہا کہ وہ "یعقوب کو دکھائی دیا۔ پھر سب رسولوں کو۔ اور سب سے پیچھے مجھ کو جو گویا ادھورے دنوں کی پیدائش ہوں دکھائی دیا[۵]"۔ ہمارے سامنے ایک واقعہ کے اتنے سارے گواہ موجود ہیں۔ لیکن اِس بات کو قبول کرنے کے لئے شاید یہ حقیقت کافی نہیں کہ یہ کسی کتاب میں لکھی ہوئی ہے، اِس لئے ہم اسے تنقیدی نکتۂ نظر سے دیکھنا چاہتے ہیں کہ آیا یہ سچ ہے یا جھوٹ۔ کیونکہ کتابِ مُقدّس ضرور یہ کہتی ہے لیکن اِس کے علاوہ کچھ علماء اور کچھ دوسرے مذاہب اس کے برخلاف کہتے ہیں۔ اِس لئے ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ دیکھیں کہ کیا واقعی ایسا ہے جیسا کتابِ مُقدس میں لکھا ہے یا یہ غلط ہے۔ اگر یہ غلط ہے تو اسے چھوڑ دیں اور اگر یہ سچ ہے تو پھر اِسے مان لیں۔

سب سے **پہلا نظریّہ** جو اِس بات کو غلط ثابت کرنے کے لئے پیش کیا گیا یہ تھا کہ جنابِ مسیح کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ مسیح کسی شخص کا نام نہیں تھا۔ وہ صرف افسانوی کردار تھے جنہیں افسانہ نگار نے تخلیق کیا۔ ان کی کوئی تاریخی حیثیت نہیں۔ اِس لئے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ مریں، دفن ہوں یا مُردوں میں سے جی اُٹھیں۔

لیکن اِس وقت بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اس نظریّے کو مانتے ہوں ہمیں



ماننا پڑتا ہے کہ وہ تاریخی شخصیّت تھے۔ کیونکہ ان کا ذکر صرف بائبل ہی میں نہیں بلکہ یہودیوں کی کتابوں میں بھی ملتا ہے۔ مشناہ میں اُن کا تذکرہ موجود ہے۔ رومیوں کے ہاں اُن کا ذکر ہے۔ تستوس[۶] نے اپنی "تواریخ" میں اُن کا تذکرہ کیا ہے۔ سوتونیش نے "حیاتِ کلادیس" میں اُن کے بارے میں لکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر کوئی ایسا آدمی وجود ہی نہیں رکھتا تھا تو وہ فوراً اس کا انکار کر دیتے۔ دوسری صدی عیسوی کے شروع میں ایک شخص گزرا ہے جس کا نام فیلسس[۷] تھا، جسنے عیسائیت کے خلاف کتابیں لکھیں اور اپنی پوری زندگی ردِّ عیسائیت کے لئے وقف کر دی، لیکن اُس نے یہ کبھی نہ کہا کہ یہ تو سب جھوٹ ہے، مسیح تو تھا ہی نہیں۔ اِتنے بڑے مخالف کو بھی یہ ماننا پڑا کہ جنابِ مسیح کا تاریخی وجود تھا۔ ان حقائق کی روشنی میں پہلا نظریّہ غلط ٹھہرتا ہے۔

**دُوسرا نظریّہ** یہ ہے کہ ہاں یہ تو سچ ہے کہ جنابِ مسیح باقاعدہ جسم رکھتے تھے لیکن یہ غلط ہے کہ انہیں مصلوب کیا گیا، ان کی جگہ دوسرا آدمی صلیب پر چڑھایا گیا۔ یہ نظریّہ سب سے پہلے دوسری صدی میں باسیلید نے پیش کیا۔ اُسکا خیال تھا کہ جنابِ مسیح صرف خُدا تھے، وہ انسان قطعاً نہیں تھے۔ اور چونکہ خدا کو مصلوب نہیں کیا جا سکتا، وہ صلیب پر نہیں مر سکتا، اِس لئے جنابِ مسیح صلیب پر نہیں مرے لیکن یہ بھی سچ ہے کہ کوئی آدمی صلیب پر ضرور موجود تھا، اِس لئے وہ کوئی دوسرا آدمی تھا جو مسیح کی جگہ مصلوب کیا گیا۔

یہ نظریّہ اس کے بعد تقریباً زندہ درگور ہو کر رہ گیا، لیکن جنابِ مسیح کے کوئی چھ سو سال بعد اِس نظریّے کو حیاتِ ثانی ملی اور اسے دورِ اسلام میں اس طرح سے پیش کیا گیا کہ چونکہ جنابِ مسیح خُدا کے نیک اور برگزیدہ نبی تھے اور یہ نبی کی شان کے خلاف ہے کہ اُسے مار ڈالا جائے، یہ مسیح کی بے عزّتی کے مترادف ہے۔

اُن کی عزّت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ زندہ بچ جائیں حقیقتاً خدا نے انہیں زندہ اُٹھا لیا اور اُن کی جگہ دُوسرا آدمی صلیب پر چڑھایا گیا۔ یہ دُوسرا آدمی کون تھا اس کے بارے میں اختلافات ہیں۔

قرآن کی وہ آیات جن میں یہ نظریہ[8] پیش کیا گیا ہے سورۂ نساء میں ہیں۔ ان آیات میں یہودیوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ خدا نے اُن کے دِلوں پر مہر لگا دی ہے۔[9] "اور اُن کے کفر پر، اور مریم پر بڑا طوفان بولنے پر، اور اس کہنے پر، کہ ہم نے مارا مسیح عیسیٰ مریم کے بیٹے کو، جو رسُول تھا اللہ کا۔ اور نہ اُس کو مارا ہے، اور نہ سُولی پر چڑھایا، ولیکن وہی صُورت بن گئی اُن کے آگے۔ اور جو لوگ اس میں کئی باتیں نکالتے ہیں، وہ اس جگہ شبہے میں پڑے ہیں۔ کچھ نہیں اُن کو اس کی خبر، مگر اٹکل پر چلنا۔ اور اس کو مارا نہیں بے شک۔ بلکہ اس کو اُٹھا لیا اللہ نے اپنی طرف اور ہے اللہ زبردست حکمت والا۔" (سورۂ نساء ۱۵۶-۱۵۸) (ترجمہ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی)۔

ہم اُوپر دیکھ چکے ہیں کہ یہ کوئی نیا عقیدہ نہیں تھا بلکہ باسلیدیس کچھ بہت پہلے پیش کر چکا تھا۔ رہ گیا یہ سُوال کہ مسیح کو صلیب پر اِس لئے نہیں چڑھایا گیا کیونکہ یہ نبی کی شان کے خلاف ہے، تو اِسے نہ تو قرآن مجید مانتا ہے اور نہ ہی انجیلِ جلیل۔ کیونکہ مندرجہ بالا آیات سے پہلے یہودیوں پر ایک اور الزام لگایا گیا ہے۔ "سو اُن کے قول توڑنے پر، اور منکر ہونے پر اللہ کی آیتوں سے، اور خُون کرنے پر پیغمبروں کا ناحق، اور اس کہنے پر، کہ ہمارے دل پر غلاف ہے، کوئی نہیں، پر اللہ نے مُہر کی ہے اُن پر مارے کُفر کے، سو یقین نہیں لاتے مگر کم۔" (سورۂ نساء ۱۵۵۔ ترجمہ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی)۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں اُن پر الزام یہ ہے کہ انہوں نے نبیوں کو قتل کیا۔ مسیح نے خود یہ کہا کہ



ہابِیل کے خُون سے لے کر زکریاہ بن برکیاہ کے خون تک کا حساب اِس نسل سے لیا جائے گا۔[10] ہم دیکھتے ہیں کہ نبیوں کے قتل سے اُن کی شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ اگر جنابِ مسیح صرف اِس وجہ سے مصلوب نہیں کئے جا سکتے تو یہ غلط ہے۔

پھر یہ عقیدہ کہ خُدا نبی کو تکلیف میں مبتلا نہیں کرتا عجب ہے، کیونکہ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے اور دوسری طرف یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ایوب نبی تھے، ان کے تمام جسم پر پھوڑے تھے، زخم تھے، کیڑے چلتے تھے، وہ عذاب اور تکلیف میں مبتلا تھے۔ لیکن اس کے باوجود نبی تھے۔ اِس لئے یہ نظریہ بھی غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ چونکہ جنابِ مسیح نبی تھے اسلئے انہیں صلیب کی اذیّت نہیں دی جا سکتی۔[11]

لیکن یہ دُوسرا آدمی کون تھا جو صلیب پر چڑھایا گیا؟ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ وہ یہوداہ اسکریوتی تھا کیونکہ یہوداہ اسکریوتی کی شکل مسیح سے مِلتی جلتی تھی۔ اِس لئے انہوں نے اسے پکڑا اور صلیب پر لٹکا دیا اور وہ مر گیا اور عیسائی حضرات اِس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ مسیح مصلوب ہوئے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہوداہ اسکریوتی نے خودکشی کی تھی۔ اسے صلیب پر نہیں چڑھایا گیا۔ وہ ایک درخت کے ساتھ لٹک کر مر گیا۔[12] اِس لئے اگر صلیب پر یہوداہ اسکریوتی تھا تو وہ آدمی کون تھا جو درخت کے ساتھ لٹکا ہُوا تھا اور جس کی آنتیں پھٹ گئیں[13] اور وہ مر گیا؟ دوسری بات یہ ہے کہ اگر وہ یہوداہ اسکریوتی تھا تو جس وقت اُسے پکڑا گیا وہ کیوں خاموش رہا اور نہ کہا کہ مَیں مسیح نہیں ہوں، مَیں یہوداہ اسکریوتی ہوں میں تمہارا دوست ہوں۔ تم نے مجھے پیسے دئے،[14] مجھے کیوں پکڑتے ہو؟ لیکن وہ خاموش رہا۔ اُسے سپاہیوں

نے مارا لیکن اُس نے نہ کہا کہ میں یہوداہ اسکریوتی ہوں۔ اُسے عدالت میں پیش کیا گیا لیکن اُسے کوئی نہ پہچان سکا، اُسے سردار کاہن نہ پہچان سکا، یہاں تک کہ وہ دو آدمی بھی نہ پہچان سکے جنہوں نے گواہی دی تھی کہ اس نے کہا تھا کہ مَیں یہ ہیکل گرا کر تین دن میں کھڑی کر سکتا ہوں[15]۔ جو عینی شاہد تھے وہ بھی نہ پہچان سکے۔ جب اُسے پیلاطس کے سامنے پیش کیا گیا اُس نے نہ کہا کہ میں یہوداہ اسکریوتی ہوں۔ وہ چپ رہا۔ جب اُسے صلیب پر لٹکا دیا گیا، اسکے کیلیں ٹھونک دی گئیں وہ نہ چلایا کہ مَیں مسیح نہیں ہوں، مَیں یہوداہ اسکریوتی ہوں، مجھے چھوڑ دو۔ یہاں تک کہ وہ صلیب پر لٹکا ہوا تھا، اس کے پاس یوحنا کھڑا تھا، یہاں تک کہ وہ بھی نہ پہچانا کہ یہ یہوداہ اسکریوتی ہے یا مسیح۔ چاروں اناجیل اِس بات پر متفق ہیں کہ صلیب کے پاس جنابِ مسیح کی والدہ محترمہ، ان کی خالہ، انکا شاگرد یوحنا، مریم مگدلینی، اُن کے جان پہچان اور دوسری بہت سی عورتیں موجود تھیں[16]۔ کیا کوئی بھی انہیں نہ پہچان سکا کہ یہ تو یہوداہ اسکریوتی ہے مسیح نہیں؟ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ خدا نے یہوداہ اسکریوتی کو عین گرفتاری کے وقت مسیح کا ہم شکل بنا دیا۔ اس طرح وہ خدا کو بھی اس فراڈ میں شریک کرتے ہیں۔

ایک مسلمان عالم جن کا نام عبدالماجد دریاآبادی ہے، انہوں نے قرآن کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ یہ شخص یہوداہ اسکریوتی نہیں بلکہ شمعون کرینی تھا۔ یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں بائبل میں لکھا ہے کہ جب جنابِ مسیح اپنی صلیب اٹھائے لئے جا رہے تھے، ایک شخص دیہات سے آرہا تھا جس کا نام شمعون کرینی تھا۔ رومیوں نے زبردستی اسے پکڑا اور اس کے کندھے پر صلیب رکھی کہ وہ اسے اٹھا کر چلے[17]۔ وہ صلیب اٹھا کر چلا جا رہا تھا یہاں تک کہ وہ وہاں پہنچا جہاں جنابِ مسیح کو صلیب دی جانے والی تھی۔ وہاں



پر دوسرے سپاہی موجود تھے۔ اِس زمانے میں دستور یہ تھا کہ ہر ملزم اپنی صلیب خود اُٹھا کر چلتا تھا۔ جب اُن سپاہیوں نے شمعون کرینی کو صلیب اٹھائے ہوئے دیکھا وہ یہ سمجھے کہ ملزم یہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے پکڑا اور صلیب پر چڑھا دیا۔

پہلا سوال تو یہ ہے کہ کیا رومی اتنے بے وقوف تھے کہ ملزم کے کندھوں پر صلیب رکھ کر اُسے تنہا چھوڑ دیتے تھے کہ جا بیٹا اب مصلوب ہو جا ہے ملزم رستے میں صلیب چھوڑ چھاڑ کے بھاگ ہی کیوں نہ کھڑا ہو؟ ظاہر ہے کہ کچھ سپاہی ساتھ ساتھ رہتے ہونگے اور ملزم کو جائے صلیب پر موجود سپاہیوں کے حوالے کرتے ہوں گے۔ اِس صورت میں غلط فہمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ مسیح کونسے مقام سے بھاگ گئے؟ کیا یہ نبی کی شان کے عین مطابق ہے کہ وہ بھگوڑا ہو؟ کیا نبی کی تعریف یہ ہے کہ اس کی جگہ جب کسی دوسرے کو پھنسا دیا جائے تو وہ خاموش رہے اور کچھ نہ کہے؟ پھر ہمارا سوال یہ ہے کہ جب شمعون کرینی کو صلیب پر لٹکایا گیا اُس نے کیوں شور نہ مچایا؟ ہم یہوداہ اسکریوتی یا شمعون کرینی سے یہ توقع نہیں رکھ سکتے کہ اپنے ساتھ لٹکے ہوئے ڈاکو سے یہ کہے کہ ”آج ہی تو میرے ساتھ فردوس میں ہوگا[18]“ کیا یہوداہ اسکریوتی یا شمعون کرینی یہ کہہ سکتا تھا ”اَے باپ انہیں معاف کر کیونکہ نہیں جانتے کہ کیا کرتے ہیں[19]“؟ کسی قیمت پر یہوداہ اسکریوتی یہ نہیں کہہ سکتا تھا جو ابھی اپنے آقا کو بیچ کر آرہا تھا۔ شمعون کرینی بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کیونکہ وہ نہیں جانتا تھا کہ مسیح کی تعلیم کیا ہے۔ وہ کیا کہتا؟ اس کے الفاظ کیا ہو سکتے؟

پھر سوال یہ ہے کہ وہ کون تھا جو بعد میں اپنے شاگردوں سے ملتا رہا؟ کیا وہ یہوداہ اسکریوتی تھا؟ کیا وہ شمعون کرینی تھا؟ کیونکہ جو آدمی بعد میں ملا اس کے ہاتھ پاؤں اور پسلی میں زخم موجود تھے۔ اگر جناب مسیح بھاگ گئے تو یہ کون تھا جو زخم لئے پھر رہا تھا؟ یہ وہ آدمی تھا جو مصلوب کیا گیا۔ کیا یہوداہ اسکریوتی یہ کہہ رہا تھا "تم پر سلامتی ہو"؟ کیا یہوداہ اسکریوتی یا شمعون کرینی نے کہا "تم روح القدس لو"؟ کیا یہوداہ اسکریوتی یا شمعون کرینی کو دیکھ کر توما نے کہا "اے میرے خداوند! اے میرے خدا!"؟ اگر یہ جناب مسیح تھے اور وہ صلیب پر نہیں لٹکائے گئے تو یہ زخم کہاں سے آئے؟

تیسرا نظریہ جو کہ احمدی حضرات نے پیش کیا یہ ہے کہ جناب مسیح مصلوب کئے گئے لیکن اُن کی موت صلیب پر واقع نہیں ہوئی۔ وہ صرف بے ہوش ہو گئے۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ وہ مر گئے ہیں چونکہ اِس زمانے میں بہت بڑے ڈاکٹر نہیں ہوتے تھے جو بتا سکتے کہ وہ مر گئے یا زندہ ہیں، اس لئے انہوں نے شاید صرف نبض پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ وہ مر گئے ہیں۔ پھر انہیں اُتار لیا۔ اُن کے زخموں پر مرہم عیسیٰ لگائی گئی جس کے نتیجے میں وہ کچھ ہی دن بعد ٹھیک ہو گئے۔ وہ چالیس دن تک وہاں گھومتے رہے۔ پھر وہ وہاں سے بھاگ نکلے اور کشمیر آئے اور ایک سو بیس سال کی عمر میں یہاں وفات پائی۔ ان کی قبر محلہ خانیار سرینگر کشمیر میں موجود ہے۔ اور ثبوت یہ ہے کہ سرینگر کا مطلب کھوپڑی کی جگہ ہے۔ اور بائبل میں لکھا ہے کہ جس جگہ انہیں صلیب دی گئی وہ کھوپڑی کی جگہ کہلاتی تھی اور یہ کہ اسے عبرانی میں گلگتا کہتے ہیں۔ کشمیر میں گلگت ہے یہی گلگتا ہے۔

پہلا سوال یہ ہے کہ اگر جناب مسیح مصلوب کئے گئے اور انکی موت



واقع نہ ہوئی اور وہ صرف بیہوش ہو گئے تو کیا اِس زمانے میں لوگ اتنے بیوقوف تھے کہ وہ یہ نہیں محسوس کر سکتے تھے کہ بیہوش اور مرے ہُوئے میں کچھ فرق بھی ہوتا ہے؟ کیا وہ سپاہی جن کی ڈیوٹی یہ تھی کہ ملزم ضرور مرے۔ کیونکہ اگر وہ نہیں مرتا تو وہ اس کی جگہ ضرور مار ڈالے جائیں گے، کیا وہ بھی بے وقوف تھے؟ کیا جناب مسیح کی والدہ محترمہ بے سمجھ تھیں جو یوحنا کے ساتھ چلی گئیں اور یہ نہ سوچا کہ میرا بیٹا ابھی تو بیہوش ہے لیکن تھوڑی دیر میں ہوش میں آجائے گا؟ کیا نیکدیمس اور یوسف ارمتیہ بھی بیوقوف تھے کہ ان کی لاش لے گئے اور اُس پر دس سیر کے قریب عود اور دوسرے مصالحے ملے؟ کیا وہ بیوقوف تھے، انہیں معلوم نہیں تھا کہ وہ تو بیہوش ہیں؟ انہوں نے انہیں قبر میں رکھا، باہر سے بند کیا اور چلے گئے۔ اگر وہ بیہوش تھے، اگر وہ زندہ تھے، تو بھی ہمیں نہیں بھولنا چاہیئے کہ اُن کے ہاتھ پیر سے خون بہہ رہا تھا، ان کی پسلی پھٹی ہوئی تھی، اور اِس سے خون بہہ رہا تھا۔ تین دن تک انہیں کوئی طبی امداد نہ ملی۔ ان کا تو خون ہی اِتنا بہہ چکا ہو گا کہ انہیں مر جانا چاہیئے۔ اگر وہ بچ جاتے تو ہمیں ایک نقاد کا قول نہیں بھولنا چاہیئے۔ ایک ایسا نقاد جو کہ قطعاً مسیحی نہیں تھا اور جس نے عیسائیت کے خلاف پوری ایک کتاب لکھ ڈالی۔ وہ کہتا ہے کہ "اگر مسیح اس طرح سے بچ جائے، وہ مسیح لوگوں کو یہ منوانے پر قطعاً مجبور نہیں کر سکتا کہ میں خدا ہوں۔ کیونکہ وہ آدمی جس کا خون بہہ رہا ہو۔ جو خون بہنے کی وجہ سے اِتنا کمزور ہو گیا ہو کہ اس کا رنگ پیلا پڑ گیا ہو، جو بڑی مشکل سے چل سکتا ہو، کیا ایسے آدمی کو دیکھ کر کوئی کہہ سکتا ہے اے میرے خدا، اے میرے خداوند؟ بالکل نہیں، وہ قطعاً متاثر نہیں کر سکتا" اور ان میں یہ طاقت کہاں سے آئی کہ انہوں نے جو یروشلیم سے بھاگنا شروع کیا تو کشمیر میں جا کر دم لیا؟ انہیں

تو اتنا کمزور ہونا چاہیئے کہ چلنا بھی دوبھر ہو چہ جائیکہ وہ اتنا لمبا سفر طے کر سکیں۔ اور وہ اگر یہاں تک آ ہی گئے تھے اور ایک سو بیس سال تک زندہ رہے تو کیا اُن کی شہرت دور دور تک نہ پہنچی؟ رومی سرکار نے کوشش نہ کی کہ وہ اپنے ملزم کو پکڑ کر دوبارہ صلیب پر چڑھا دے؟ اس وقت جو حکومت کشمیر میں تھی قطعاً یہ منظور نہیں کر سکتی تھی کہ رومی سرکار اس کے علاقہ پر حملہ کر کے اپنا ملزم پکڑ کر لے جائے۔ اِس مُصیبت سے بچنے کے لئے وہ ضرور اِس کو ان کے حوالے کر دیتے۔

پھر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جناب مسیح نے تیس ۳۰ سال کی عمر میں تبلیغ شروع کی تینتیس ۳۳ سال کی عمر میں مصلوب کئے گئے۔ صرف تین سال انہوں نے تبلیغ کی اور وہاں پر اتنے مسیحی ہو گئے۔ لیکن وہ تینتیس ۳۳ سال کی عمر میں کشمیر آئے اور ایک سو بیس سال کی عمر تک زندہ رہے، اس طرح ستاسی سال تک منادی کرتے رہے اور ایک بھی مسیحی نہ ہوا۔ افسوس۔ یا انہوں نے (نعوذ باللہ) یہاں پہنچ کر یہ کہا کہ میرے خدا میری توبہ، میں ایسی نبوت سے باز آیا جس میں لوگ صلیب پر چڑھا دیں۔ آخر کیا وجہ تھی کہ یہاں پر ایک بھی اُن پر ایمان نہ لایا جبکہ وہاں اتنے لوگ اُن پر ایمان لے آئے اور اِدھر اُدھر پھیل گئے۔

اور اگر یہ سچ ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرے، صرف بیہوش تھے اور وہاں سے یہاں تک چلے آئے تو یہ بہت بڑا معجزہ ہے کہ ایک کمزور آدمی اتنی مسافت طے کرے۔ احمدی حضرات کہتے ہیں کہ ایک دوا تھی جس کا نام مرہم عیسیٰ تھا جو اُن کے زخموں پر لگائی گئی اور اُن کے زخم ٹھیک ہو گئے۔ اس لئے انہیں یہاں تک پہنچنے میں دِقت نہ ہوئی۔ لیکن اُن کے زخم تو اتنے بڑے



اور گہرے تھے کہ جب وہ توماؔ سے ملے تو انہوں نے اس سے کہا کہ "اپنی انگلی میرے ہاتھ میں ڈال اور اپنا ہاتھ میری پسلی میں[۲۹] ڈال"۔ اتنا بڑا زخم کھلا ہونے کے بعد آدمی زندہ نہیں رہ سکتا، اُسے تو مر جانا چاہیئے۔ لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کتنی عجیب بات ہے کہ جناب مسیح کو مصلوب ہوئے گیارہ دن ہو چکے ہیں۔ اُن کے زخم کھلے ہیں۔ اُنہیں خطرہ نہیں کہ ان پر جراثیم حملہ کر دیں گے۔ وہ ان میں ہاتھ ڈلوانے کے لئے تیار ہیں، لیکن پٹی نہیں باندھتے۔ اگر وہ زیرِ علاج تھے تو کیا بیوقوف تھے کہ زخموں کو یوں کھلا رہنے دیا؟ پھر یہ ستم ظریفی بھی ملاحظہ فرمائیے کہ ایک طرف تو اس زمانے کے طبیبوں کو اتنا بیوقوف بنایا جاتا ہے کہ وہ مُردہ اور بیہوش شخص میں امتیاز نہیں کر سکتے تھے اور دوسری طرف وہ ایسی معجزہ نما دوائیں ایجاد کر لیا کرتے تھے کہ ہاتھوں گہرے زخم آناً فاناً ٹھیک ہو جائیں اور مریض بھاگتا دوڑتا ہزاروں میل کی مسافت طے کرے۔ یہ باتیں ہمیں اس نظریہ کو رد کر دینے پر مجبور کر دیتی ہیں۔

**چوتھا نظریہ** یہ ہے کہ یہ تو سچ ہے کہ جناب مسیح مصلوب کئے گئے، یہ بھی سچ ہے کہ وہ مر گئے، یہ بھی سچ ہے کہ وہ دفن کئے گئے لیکن یہ جھوٹ ہے کہ وہ جی اُٹھے۔ اُن کے شاگردوں نے انہیں دیکھا ضرور لیکن یہ صرف فریبِ نظر تھا۔ لیکن سب سے پہلی بات یہ ہے کہ فریبِ نظر صرف اُس وقت ہوتا ہے جب ہم متوقع ہوں۔ اگر مجھے اُمید ہو کہ آپ مجھے مِل جائیں گے تو میں فریبِ نظر کا شکار ہو سکتا ہوں۔ شاید میں سوچوں کہ آپ آئے ہیں۔ لیکن جب مجھے کوئی اُمید نہ ہو میں کسی فریبِ نظر میں مبتلا نہیں ہو سکتا۔ اُن کے شاگردوں کو قطعاً یہ توقع نہیں تھی کہ وہ جی اُٹھیں گے۔ انہیں کوئی اُمید نہیں تھی کیونکہ جب مسیح صلیب پر لٹکائے گئے ان کی توقعات پر پانی پھر گیا۔ وہ سب بھاگ

گئے۔ اُنہوں نے کہا بہتر ہے کہ ہم اپنا مچھلی پکڑنے کا کاروبار دوبارہ شروع کریں۔ ہم بیوقوفوں کی طرح ایک شخص کے پیچھے لگ گئے تھے اور ہم دھوکے میں رہے۔ انہیں کوئی امید نہیں تھی۔ اِس لئے وہ فریبِ نظر کا شکار نہیں ہو سکتے۔ بفرضِ محال اگر وہ فریبِ نظر کا شکار ہو بھی گئے تو کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ توما اس کا شکار ہوا؟ وہ تو ماننے کے لئے تیار ہی نہیں تھا۔ بالکل نہیں، قطعاً نہیں۔ وہ ایک ایسا شخص تھا جو بالکل نہیں مان سکتا تھا۔ جب باقی شاگردوں نے اُس سے کہا کہ ہم نے خداوند کو دیکھا ہے" تو اُس نے اُن سے کہا جب تک میں اُس کے ہاتھوں میں میخوں کے سوراخ نہ دیکھ لوں اور میخوں کے سوراخوں میں اپنی انگلی نہ ڈال لوں اور اپنا ہاتھ اس کی پسلی میں نہ ڈال لوں ہرگز یقین نہ کروں گا[20]" وہ پکا متشکک تھا، لیکن اس کے باوجود اُس نے مانا۔ ایک دو آدمی تو فریبِ نظر کا شکار ہو سکتے ہیں لیکن ایک ساتھ پانچ سو آدمی فریبِ نظر کا شکار ہو جائیں؟ اجتماعی فریبِ نظر ممکن نہیں۔ نہیں ہو سکتا کہ سب ہی ایک ساتھ ایک ہی چیز دیکھنے لگ جائیں اور سب ایک ہی ساتھ بیوقوف بن جائیں اگر یہ فریبِ نظر تھا تو چالیس دن کے بعد یہ سلسلہ ایک دم کیوں بند ہو گیا؟ پھر انہیں کسی نے نہ دیکھا۔ پھر کسی نے نہ کہا کہ میں نے انہیں دیکھا ہے۔ سب خاموش ہو گئے۔ یہ فریبِ نظر اس کے بعد بھی جاری رہنا چاہیئے تھا۔ کوئی نہ کوئی انہیں ضرور دیکھتا۔ کم از کم اُن کی والدہ انہیں ضرور دیکھتیں۔ وہ زندہ رہیں، وہ اپنے بیٹے کو دیکھتیں۔ اُن کا بیٹا ضرور اُن کے ذہن میں آتا اور اُن کا پیکر اُن کی آنکھوں کے سامنے لہراتا رہتا۔ لیکن ایسا بالکل نہ ہُوا۔ بلکہ ان کی والدہ کے انہیں دیکھنے کا تذکرہ تک نہیں۔ ایسے حالات میں ہم اِس نظریئے کو کیسے صحیح مان سکتے ہیں؟



**پانچواں نظریہ** یہ ہے کہ یہ سچ ہے کہ وہ صلیب پر چڑھائے گئے، سچ ہے کہ وہ مر گئے، سچ ہے کہ دفن کئے گئے، لیکن اُن کی رُوح لوگوں کو نظر آتی رہی۔ یہ اُن کی رُوح تھی جسے وہ دیکھتے تھے۔ لیکن قارئین کرام رُوح کے زخم نہیں ہوتے۔ جنابِ مسیح نے فرمایا کہ "رُوح کے گوشت اور[21] ہڈی نہیں ہوتی"۔ لیکن اُن کے بڑے بڑے زخم تھے۔ اِتنے بڑے کہ اُن میں ہاتھ تک چلا جائے[22]۔ بائبل ہمیں بتاتی ہے کہ اُنہوں نے مچھلی کھائی[23]۔ رُوح مچھلی نہیں کھاتی۔ یہ رُوح نہیں تھا۔ یہ بھوت نہیں تھا۔ یہ اُن کا جن نہیں تھا۔ وہ ایک انسان تھے، لیکن انسان ہونے کے باوجود بند دروازوں میں سے اندر آ جاتے تھے[24]۔

**چھٹا نظریہ** یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کہ وہ صلیب پر چڑھائے گئے۔ مر گئے، دفن ہوئے، لیکن اُن کی لاش کوئی اُٹھا کر لے گیا۔ چونکہ ان کی لاش موجود نہیں تھی اِس لئے لوگوں نے سمجھا کہ وہ شاید جی اُٹھے ہیں۔ لیکن یہ لاش کون اٹھا کر لے گیا؟ اِس سلسلے میں چار اور نظریئے ہیں:۔

<u>ایک یہ کہ</u> ان کے شاگرد خود اُن کی لاش لے گئے۔ یہ نظریہ سب سے پہلے یہودیوں نے پیش کیا۔ متی کی انجیل میں ہے کہ جب پہرے داروں نے آ کر ماجرا بیان کیا تو سردار کاہنوں نے انہیں رشوت دی اور کہا کہ تم کہنا جب ہم سو رہے تھے اِس کے شاگرد آئے اور لاش چرا کر لے گئے[25]۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب وہ سو رہے تھے تو انہیں کیسے معلوم کہ کون وہ لاش اُٹھا کر لے گیا؟ اور اگر وہ یہ جانتے ہیں کہ لاش اس کے شاگرد اٹھا کر لے گئے، تو وہ سو نہیں رہے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر سپاہی اپنی ڈیوٹی پر سو جاتا ہے یہ جرم ہے اور رومیوں کے نزدیک اِس جرم کی سزا موت تھی۔ وہ قطعاً نہیں سو سکتے تھے۔ یہ بات بھی مدِ نظر رہے کہ اگر ان کے شاگرد اُن کی لاش اُٹھا کر لے گئے[26] اور

اس کے بعد یہ کہتے تھے کہ جنابِ مسیح جی اُٹھے ہیں تو یہ سب سے بڑا دھوکا تھا۔ یہ غلط فہمی نہیں، فریبِ نظر نہیں، بلکہ فراڈ ہے۔ اُن کا یہ کہنا کہ وہ مُردوں میں سے جی اُٹھے ہیں، ہم نے اُنہیں دیکھا ہے، اُن سے باتیں کی ہیں، اب وہ آسمان پر چلے گئے ہیں، سب کا سب دھوکا تھا۔ لیکن کیا ان لوگوں کا کردار اِس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ دھوکے باز تھے؟ اُنہیں مارا گیا، پیٹا گیا، اِن میں سے کیئوں کو قتل کیا گیا، ستفنس کو سنگسار کیا گیا، اس وقت انہیں سچ بولنا چاہیئے تھا۔ اگر وہ خود ہی لاش اُٹھا کر لے گئے تھے، دھوکہ دے رہے تھے، وہ لوگ قطعاً اچھے نہیں ہو سکتے۔ پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ یہودیوں نے اُن پر ظلم ڈھائے۔ رومی سرکار نے انہیں پکڑا اور گرفتار کیا۔ ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ تم جادو کرتے ہو۔ تم یسوعؔ کا نام لے کر بدرُوحوں کو نکالتے ہو، اس کے نام سے جو بدروحوں کا سردار ہے۔ ان پر یہ الزام لگایا کہ تمہاری وجہ سے ملک کا امن تباہ ہو گیا ہے لیکن یہ الزام کبھی نہیں لگایا گیا کہ تم چور ہو، تم ایک لاش اٹھا کر لے گئے تھے۔ اِس لئے یہ نظریّہ بھی غلط ثابت ہو جاتا ہے۔

ایک اور نظریّہ یہ ہے کہ ان کی لاش ان کے دشمن یہودی اُٹھا کر لے گئے اور چونکہ لاش موجود نہیں تھی اِس لئے شاگرد اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ شاید وہ جی اُٹھے ہیں۔ لیکن اگر یہ سچ ہے کہ ان کی لاش یہودی اٹھا کر لے گئے تھے تو جس وقت عیسائی یہ کہہ رہے تھے کہ جنابِ مسیح مردوں میں سے جی اُٹھے ہیں تو یہودی اُن کا کان پکڑ کر وہاں لے جاتے اور کہتے یہ رہی اس دھوکے باز کی لاش۔ اور یہ فراڈ وہیں پر ختم ہو جاتا۔ عیسائیت وہیں دم توڑ دیتی۔ اِس کے لئے انہیں سزا دینے کی کوئی ضرورت نہیں تھی، تکلیف پہنچانے کی کوئی ضرورت نہ تھی، ان کو شہر شہر گھمانے پھرانے کی کوئی ضرورت نہ تھی، صرف لاش دکھا



دینا کافی تھی۔ ان کا مُنہ بند ہو جاتا۔ لیکن کِسی یہودی کو یہ سعادت نصیب نہ ہوئی۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کی لاش رُومی خود اُٹھا کر لے گئے۔ اگر رومی خود ہی اٹھا کر لے گئے تھے تو جس وقت عیسائی شور مچا رہے تھے، اور یہودی لڑ رہے تھے، رومیوں کو چاہیئے تھا کہ لاش پیش کر دیتے۔ لیکن کِسی نے ایسا نہ کیا۔ کیوں؟ کیونکہ کوئی ایسا نہیں کر سکتا تھا۔

ایک اور نظریّہ یہ ہے کہ اُن کی لاش کوئی جانور اُٹھا کر لے گیا۔ اُن کی قبر میں سے کِسی جانور نے لاش نکالی اور لے جا کر کہیں کھا ڈالی۔ وہ وہاں تھی ہی نہیں۔ ایسا ہوتا ہی رہتا ہے کہ جانور قبر کھود کر لاش کھا جاتے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ قبر پر پہرہ موجود تھا۔ اگر وہ لوگ جانور دیکھتے وہ ضرور اس کو بھگا دیتے یا یہ سپاہی گواہی دیتے کہ حضور ہم کیا کریں۔ ایک شیر یا بھیڑیا یا چیتا آ گیا۔ جان خطرے میں تھی۔ وہ لاش اٹھا کر لے گیا۔ پھر مزے کی بات یہ ہے کہ وہ جانور جب لاش اُٹھانے آیا اور اُس وقت اگر سپاہی سو رہے تھے تو کیا ضرورت تھی کہ وہ قبر پر سے پتھر ہٹائے اور اندر سے لاش لے کر بھاگ جائے۔ اُس نے ایسا کیوں نہ کیا کہ کِسی سپاہی ہی کو اٹھا کر لے جاتا۔ یہ کیسا جانور تھا جو اتنے بڑے پتھر کو ہٹا رہا تھا جسے کئی عورتیں تک نہیں اُٹھا سکتی تھیں۔ اور یوحؔنا کی انجیل میں یہ ہے کہ جس چیز نے یوحنا اور پطرؔس کو مجبور کیا کہ وہ مانیں کہ یسوؔع جی اٹھے ہیں وہ یہ تھی کہ انہوں نے دیکھا کہ اُن کے سر کا کپڑا ویسے کا ویسا موجود تھا۔ وہ تڑا مڑا ہُوا نہیں تھا۔ کِسی نے اُسے نہ نوچا۔ وہ ویسے کا ویسے ہی موجود تھا۔ مَیں نے آج تک ایسا متقی اور پرہیزگار جانور نہیں دیکھا جو لاش تو نکال کر لے جائے لیکن کپڑے کو ہاتھ تک نہ لگائے۔ سب سے پہلے وہ کپڑا پھاڑے گا۔ پھر لاش اٹھا کر لے جائے گا یا کھائے گا۔

وہ کپڑے کے بارے میں کسی تکلف کا قائل نہیں ہوتا۔ ایسا محتاط جانور ابھی تک وجود میں نہیں آیا۔ لہٰذا یہ نظریہ بھی غلط ثابت ہوجاتا ہے۔

**ساتواں نظریہ** وہ ہے جو ایک فرانسیسی ارنسٹ ریناں نے پیش کیا۔ اُس نے کہا کہ جنابِ مسیح کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ وہ مر گئے، انہیں دفن کیا گیا، وہ قبر میں رکھے گئے۔ لیکن وہ عورتیں جو صبح سویرے اس کی قبر پر گئی تھیں، مریم مگدلینی اور دوسری عورتیں، وہ غلطی سے دوسری قبر پر چلی گئیں۔ یہ ایک ایسی قبر تھی جو تازہ تازہ کھودی گئی تھی اور اس میں ابھی کوئی آدمی نہیں رکھا گیا تھا۔ وہ صبح سویرے اس قبر پر پہنچیں اور انہوں نے دیکھا کہ قبر میں کچھ نہیں۔ اس لئے وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوگئیں کہ مسیح کی لاش کوئی اٹھا کر لے گیا ہے۔ اتنے میں ان عورتوں نے دیکھا کہ ایک باغبان قریب کھڑا ہے۔ صبح کے وقت اس باغبان نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ سورج ابھی پوری طرح نہیں نکلا تھا۔ وہ یہ سمجھیں کہ شاید یہ مسیح ہیں۔ باغبان ابھی بتانا ہی چاہتا تھا کہ ان کی قبر وہ رہی کہ وہ بھاگ کھڑی ہوئیں۔ وہ جوش میں تھیں۔ واپس آئیں اور کہنے لگیں خداوند زندہ ہو گئے" اور اِس ایک عورت یا اُن عورتوں کی غلط فہمی کی وجہ سے مسیحی یہ ایمان لانے لگ گئے کہ وہ جی اُٹھے ہیں حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ یہ بیہودہ عقیدہ غلط قبر پر پہنچنے کا نتیجہ تھا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ بائبل اس کے خلاف بتاتی ہے۔ وہ یہ نہیں کہتی کہ اس خالی قبر کا جائزہ عورتوں نے لیا۔ مریم مگدلینی کا خیال یہ نہیں تھا کہ جنابِ مسیح زندہ ہو گئے بلکہ یہ کہ "خداوند کو قبر سے نکال کر لے گئے اور ہمیں معلوم نہیں کہ اُسے کہاں رکھ دیا[۳۹]"۔ یوحنا کی انجیل صاف طور پر بتاتی ہے کہ اس خالی قبر میں سب سے پہلے یوحنا پہنچا، بعد میں پطرس۔ بائبل صاف طور پر بتاتی ہے کہ یہ دونوں



بھاگے لیکن چونکہ یوحنا نوجوان تھا اِس لئے وہ پہلے جا پہنچا۔ اُس نے دیکھا اور پھر پطرس کو بھی دکھایا۔ اگر کسی نے خالی قبر کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا وہ عورت نہیں بلکہ یوحنا اور پطرس تھے۔ اِس لئے پہلا نظریہ غلط ثابت ہوجاتا ہے کہ کسی عورت کے جوش کی وجہ سے ایسا ہُوا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اِس نظریے کے مطابق اِس عورت نے باغبان کو مسیح سمجھا۔ لیکن بائبل اس کے برعکس یہ بتاتی ہے کہ اس نے مسیح کو باغبان سمجھا۔ اگر یہ باغبان انہیں بتانا چاہتا تھا کہ مسیح کی قبر وہ رہی تو جب عیسائیوں نے شور مچایا کہ وہ جی اُٹھے ہیں۔ انہیں وہ قبر کیوں نہ دکھائی گئی؟ وہ باغبان کہاں غائب ہوگیا وہ جو جانتا تھا کہ مسیح کسی دوسری قبر میں ہیں؟ یہ باغبان کیوں کبھی گواہی دینے کے لئے نہ آیا؟ وہ غائب ہوگیا۔ وہ یہودی جو کہ پیچھے پیچھے اُن کی قبر تک آئے تھے، انہوں نے کبھی نہ کہا کہ اس قبر کو کھود کر اُن کی لاش نکالی جائے۔ وہ سپاہی جو پہرہ دے رہے تھے انہوں نے نہ کہا کہ نہیں صاحب اس کی لاش موجود ہے۔ ہم نے اس پر پہرہ دیا ہے۔ آپ آکر دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن ایسا کبھی نہ ہُوا۔ اِس لئے یہ نظریہ بھی غلط ثابت ہوجاتا ہے۔

**آٹھواں نظریہ** یہ کہ شاگردوں نے جان بوجھ کر دھوکا دیا۔ وہ یہ جانتے تھے کہ جنابِ مسیح وفات پا چکے ہیں لیکن وہ ایسے بدمعاش اور جھوٹے تھے کہ انہوں نے کہا وہ جی اٹھے ہیں۔ وہ دنیا کو سراسر دھوکا دینا چاہتے تھے۔ لیکن یہ دھوکا اُس وقت ختم ہو جانا چاہیئے تھا جب انہیں اپنی زندگی خطرے میں نظر آئی اور اُن لوگوں کی زندگی ہمیشہ خطرے میں رہی۔ ان کے کوڑے مارے گئے، انہیں جان سے مارا گیا، سنگسار کیا گیا لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہ کہا یہ جھوٹ ہے۔ کیا وہ ایک جھوٹ کی خاطر مر گئے؟ کیا اُن میں

سے ایک بھی ایسا نہیں تھا جسے سچ بولنے کی سعادت نصیب ہوتی؟ کیا وہ سب کے سب جھوٹے تھے؟ کیا وہ پانچ سَو[۴۲] آدمی جنہوں نے مسیح کو دیکھنے کا دعویٰ کیا، سب کے سب جھوٹ تھے؟ کیا وہ جھوٹوں کا گروہ اور جھوٹوں کی جماعت تھی؟ اگر وہ جھوٹے تھے تو یہ دنیا کا عجیب جھوٹ ہے کہ جھوٹے آدمی دنیا سے کہتے پھریں تم جھوٹ نہ بولو کہ وہ لوگوں سے کہیں تم گناہ سے توبہ کر کے نیکی کی طرف آجاؤ۔ اگر وہ جھوٹے اور بدمعاش ہوتے تو وہ پوری دنیا کو جھوٹا اور بدمعاش بنانے کی کوشش کرتے۔ وہ ان میں کوئی اخلاقی تبدیلی لانے کی کوشش نہ کرتے۔ اُن کا اخلاق سے کوئی تعلق نہ ہوتا۔ لیکن وہ ان باتوں پر زور دیتے رہے۔ یہ اُن کے کیریکٹر کے خلاف ہے۔

پھر سوال یہ ہے کہ انہوں نے اس جھُوٹ کا فیصلہ کب کیا؟ کیا وہ سب مل کر بیٹھے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم سب آج سے جھوٹ بولنے کا عہد کرتے ہیں۔ اُنہیں جھُوٹ بولنے سے کیا فائدہ ہُوا؟ آدمی جھوٹ اُس وقت بولتا ہے جب اُسے کوئی چیز منافع میں ملے۔ اُنہیں تو اس جھوٹ کا صلہ بھُوک ملی۔ اُنہیں اس جھوٹ کا صلہ بے عزّتی ملی۔ انہیں اِس جھوٹ کا صلہ موت ملی۔ کیا وہ اتنے بیوقوف تھے کہ تکلیفوں کے لئے جھوٹ بولتے رہے؟ ایسا جھوٹ بولنے والا آج تک نہیں دیکھا گیا۔

پھر یہ کیا بات ہے کہ جس وقت مسیح کو گرفتار کیا جاتا ہے وہ سب کے سب بھاگ جاتے ہیں؟ کوئی بھی ماں کا لال نہیں رکتا۔ پھر اس کے بعد وہ پیچھے نہیں ہٹتے بلکہ موت بھی گوارا کر لیتے ہیں۔ کیا وہ صرف بولنے کے لئے نکلے تھے؟ کیا وہ حصولِ دولت کے لئے جھوٹ بول رہے تھے؟ پطرؔس جو اُن سب سے پیش پیش رہتا تھا اِس کا اعتراف ہے کہ اُس نے ایک فقیر سے کہا کہ میرے



پاس سونا چاندی نہیں[۴۳]۔ اس نے خود اقرار کیا کہ وہ غریب ہے۔ اسے کچھ نہ ملا۔ کیا وہ اس وقت تک ٹھیک نہیں ہو سکتا تھا؟ اُن میں ایک حواری یوحنّا جس نے یہ سب کچھ دیکھا وہ سب سے آخر میں مرا۔ کیا وہ آخری عمر تک جھوٹ بولتا رہا؟ لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ جھوٹ بول رہے تھے کیونکہ جس مذہب کی وہ تبلیغ کر رہے تھے اِس میں سوائے سچ کے اور کچھ نہ تھا۔ اس میں تو یہ کہا گیا تھا کہ گناہ چھوڑ کر نیکی کی طرف آؤ۔ اِس میں تو یہ کہا گیا تھا کہ جنابِ مسیح کا خون ہمیں بچاتا ہے۔ اگر وہ جھوٹ بول رہے تھے تو وہ یہ کہتے کہ سب کچھ ہم ہیں۔ مسیح نے مرتے وقت کہا تھا کہ میرے شاگرد میرے بعد میرے جانشین ہونگے۔ تم اُنکے پیچھے چلو۔ اگر انہیں جھوٹ بولنا تھا تو یہ اچھا جھوٹ تھا لیکن انہوں نے کِسی سے نہ کہا کہ ہمارے پیچھے چلو بلکہ ہمیشہ یہی کہا کہ مسیح کے پیچھے چلو۔ ایسا جھوٹ کہ آدمی اپنا انکار کرے؟ یہ جھوٹ نہیں ہو سکتا۔

اب ہم ان حقائق پر غور کرتے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنابِ مسیح واقعی مر گئے اور جی اُٹھے۔ ہم نے دیکھا کہ جس وقت انہیں مصلوب کیا گیا ان کی والدہ محترمہ موجود تھیں۔ وہ اس معاملے میں دھوکا نہیں کھا سکتی تھیں کہ آیا اُن کا بیٹا مر گیا یا زندہ ہے۔ ان کی خالہ موجود تھیں، وہ دھوکا نہیں کھا سکتی تھیں۔ مریم مگدلینی موجود تھیں جو کہ ہمیشہ اُن کے ساتھ رہیں، وہ دھوکا نہیں کھا سکتی تھیں۔ اُن کا شاگرد یوحنّا موجود تھا، وہ دھوکا نہیں کھا سکتا تھا۔ اُن کی لاش کو یوسف ارمتیہ اور نیکدیمس نے اُتارا، وہ دھوکا نہیں کھا سکتے تھے۔ یہ وہ نیکدیمس تھا جس سے رات میں یسوع نے باتیں کی تھیں[۴۴]۔ وہ ایک دوسرے کو قریب سے دیکھ چکے تھے، وہ دھوکا نہیں کھا سکتا تھا کہ آیا مصلوب شخص مسیح ہے یا کوئی اور۔

صرف کتابِ مُقدس ہی اِس بات کا اعتراف نہیں کرتی، رومی تاریخ دان بھی یہ کہتے ہیں۔ تستوس[45] نے بھی کہا کہ "مسیح جو اس نام کے فرقے (مسیحی) کا بانی ہے، اُسے تبریاس کے دورِ حکومت میں گورنر پنطیس پیلاطس کے حکم سے سزائے موت دی گئی۔" وہ مر گیا لیکن جو فتنہ دفن کیا گیا وہ پھر جی اٹھا ہے اور یہ مسیحی شور مچاتے پھر رہے ہیں۔ اِس لئے نیرو نے فیصلہ کیا ہے کہ انہیں زندہ جلا دے۔ ہم جانتے ہیں کہ نیرو نے ان کے ساتھ کیا کیا۔ ایک لکڑی کے کھمبے کے ساتھ ایک مسیحی کو باندھ دیا جاتا تھا، اس کے سر پر ایک موم بتی رکھ کر جلا دی جاتی تھی۔ اس طرح آگ آہستہ آہستہ اس کے جسم میں پھیل جاتی تھی اور جب وہ پوری طرح جلنے لگتا تو وہ کہتے تھے کہ یہ انسانی مشعل ہے۔ اِن انسانی مشعلوں میں سے کِسی نے نہ کہا کہ ہم جھوٹ مانتے چلے آ رہے تھے۔ مسیح زندہ نہیں۔ ان سب نے یہ سزائیں جھیلیں۔ رومی تاریخ دان اِس بات کے گواہ ہیں کہ مسیح مصلوب کئے گئے۔

یہودی اِس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ مسیح کو مصلوب کیا گیا، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم اسی وجہ سے اُسے نبی نہیں مان سکتے کہ جسے مصلوب کیا گیا ہو وہ ملعون[46] ہے، اور ہم کِسی ملعون کو مسیح نہیں مان سکتے۔ ان کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے۔ کتابِ مُقدس یہ کہتی ہے کہ یہ سچ ہے کہ جسے صلیب پر لٹکایا جائے وہ ملعون ہے۔ لیکن وہ ہماری خاطر مُوا۔ اُن پر اپنے گناہوں کی وجہ سے نہیں بلکہ میرے اور آپ کے گناہوں کی وجہ سے یہ لعنت پڑی! انہوں نے دنیا کے گناہوں کی یہ لعنت اپنے اُوپر اٹھالی۔ وہ ہماری اور آپکی خاطر مصلوب ہوئے۔ اُنہوں نے ہماری خاطر یہ تکلیف برداشت کی۔ وہ مُردوں میں سے جی اُٹھے۔ اُن کے اس جی اُٹھنے کے بہت سے گواہ موجود ہیں۔



ایک، دو نہیں بلکہ پانچ سو[47] سے بھی زیادہ۔ جن میں سے اس وقت بہت سے زندہ تھے جو اِس بات کی گواہی دے سکتے تھے کہ آیا یہ سچ ہے یا جھوٹ۔ ہر تحریک میں ایسا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ اُسے چھوڑ کر واپس چلے جاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ اِس تحریک میں یہ خرابی تھی، وہ بُرائی تھی۔ لیکن ہمیں پہلے مسیحیوں میں ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کوئی شخص اِس تحریک کو چھوڑ کر واپس چلا گیا ہو اور اس نے پھر یہ کہا ہو کہ مَیں اس لئے چھوڑ گیا کہ یہ جھوٹ تھا۔ یہ لوگ جو کہ اس کے زندہ ہو جانے کے عینی شاہد تھے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے خُون سے اپنی شہادت لکھی۔

تاریخ اِس بات کو سچ ثابت کرتی ہے کیونکہ وہ لوگ جو کل اپنے آقا کے گرفتار ہونے پر بھاگ کھڑے ہُوئے تھے آج اتنے بہادر ہو گئے ہیں کہ وہ رومیوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں اور زندہ جلنا تک گوارا کر لیتے ہیں۔ یہ رُوحانی قوّت اُنہیں کہاں سے مِلی؟ وہ پطرس جو رات کو تین دفعہ اپنے آقا کا انکار کر چکا تھا اور اس کے بعد دُم دبا کر بھاگ گیا تھا اور جس نے کہا تھا کہ مَیں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے، آج وہ صرف چالیس[48] دِن کے بعد اِتنا بہادر اور دلیر ہو گیا ہے کہ بھرے مجمع میں کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ جسے تم نے قتل کیا اُسے خدا نے زندہ کیا[49]۔ یہ بہادری اور دلیری اس میں کہاں سے آئی؟ یہ یک بیک تبدیلی کیسے جب تک کہ کوئی معجزہ نہ ہو؟ وُہ توما جو کہ قطعاً ماننے کے لئے تیار نہیں تھا کہ انسان مرنے کے بعد زندہ بھی ہو سکتا ہے اور جو اتنا محتاط تھا کہ اس نے کہا کہ مَیں صرف دیکھنے پر ہی ایمان نہیں لا سکتا۔ شاید میری نظر کا دھوکہ ہو۔ شاید تم لوگ مجھے ہپناٹائز کر دو۔ مَیں یہ نہیں مانتا۔ مَیں اس آدمی کو ہاتھ لگا کر دیکھوں گا۔ مَیں اس کے زخموں میں انگلی ڈالوں گا۔ اِس

کی پسلی میں ہاتھ ڈالوں گا۔ اور جب محسوس کروں گا کہ سچ ہے تب ایمان لاؤنگا ورنہ میں نہیں مان سکتا۔ وہ بہت بڑا کٹر منکر تھا لیکن جب اس نے جنابِ مسیح کو دیکھا تو وہ ایمان لے آیا اور اس نے کہا "اے میرے خداوند! اے میرے خُدا!" آخر وہ کیا چیز تھی جس نے اُسے مجبور کر دیا؟ وہ صرف رُوح نہ تھی کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ رُوح کے زخم نہیں ہوتے۔ وہ صرف انسان نہیں تھے کیونکہ انسان بند کمروں میں سے اندر نہیں آ سکتا۔ وہ شاگرد اتنے بزدل تھے کہ انہوں نے یہودیوں کے ڈر کے مارے دروازے بند کر رکھے تھے کہ کہیں وہ گشتاپو کی طرح آ کر انہیں پکڑ کر نہ لے جائیں۔ لیکن اس کے بعد جب انہوں نے مسیح کو زندہ دیکھ لیا تو اتنے بہادر ہو گئے کہ بند کمروں میں نہیں بلکہ سامنے آ کر کہنے لگے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ مُردوں میں سے جی اُٹھے ہیں۔ تم ہمارے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟ ہم کسی قیمت پر خاموش نہیں رہ سکتے۔ ان کے کردار کی یہ تبدیلی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ کوئی بہت بڑا معجزہ ہُوا۔

اگر صرف یہیں پر بات ختم ہو جاتی تو ہم کہہ سکتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ معجزہ کیا تھا۔ لیکن کتابِ مُقدّس یہ بتاتی ہے کہ وہی مسیح جو مصلوب ہوئے وہی مسیح جو صلیب پر مر گئے، وہی مسیح جنہیں دفن کیا گیا، وہی مسیح جو قبر کے اندر تین[۲] دن اور تین[۳] رات رہے، وہی مسیح جی اُٹھے۔ اور یہ اس لئے نہیں لکھا گیا کہ آپ اس پر بیٹھ کر ریسرچ کریں بلکہ اس لئے لکھا گیا ہے کہ آپ اس پر ایمان لائیں کہ "یسوعؔ ہی خدا کا بیٹا مسیح ہے اور ایمان لا کر اس کے نام سے زندگی پائیں۔"[۴] ان تمام حقائق کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی تاریخ دان بیٹھا ہوا تاریخ لکھ رہا ہے اور اُسے اس بات سے کوئی ذاتی دلچسپی نہیں کہ کیا لکھ رہا ہے، لکھنے والے کو اپنے موضوع اور حقائق سے دلچسپی ہے اور وہ



یہ جانتا ہے کہ یہ میری اور آپ کی دلچسپی کی بات ہے۔ ان پر ایمان لایئے اور مانئے کہ وہ خُدا کے بیٹے مسیح ہیں، کیونکہ خدا کے بیٹے کے علاوہ کوئی ایسا کام نہیں کر سکتا کہ میری یا آپ کی خاطر مر جائے۔ کوئی ایسا نہیں کر سکتا کہ وہ مر جائے، اُسے دفن کر دیا جائے اور وہ جی اُٹھے۔ ہزاروں کروڑوں لوگ مر گئے لیکن کیا کسی ایک نے بھی پہلے کہا کہ مَیں جی اٹھوں گا اور جی اُٹھا ہو؟ یہ سچ ہے کہ کتابِ مُقدّس میں ایسے معجزے ملتے ہیں کہ کسی نبی نے کسی کو زندہ کر دیا یا یسوعؔ نے کسی کو زندہ کر دیا لیکن مرنے والا نہیں جانتا تھا کہ میں زندہ ہو جاؤنگا۔ لیکن یہاں پر ایسا مرنے والا ہے جو پہلے سے کہتا ہے کہ میں تمہارے گناہوں کی خاطر جان دینے جا رہا ہوں۔ یہ خون تمہارے گناہوں کی خاطر بہایا جاتا ہے، یہ جسم تمہاری خاطر توڑا جاتا ہے[۵] اور میں تین[۳] دن کے بعد جی اُٹھونگا۔ اور وہ تین دن کے بعد جی اُٹھتا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ خدا کا بیٹا مسیح ہے۔

اور یہ تمام صرف اتفاق نہیں، بلکہ جیسے پولُسؔ رسول نے کہا کہ جنابِ مسیح کتابِ مُقدّس کے مطابق مصلوب ہُوئے، دفن ہوئے اور کتابِ مُقدّس کے مطابق جی اُٹھے۔ یہ خدا کا پروگرام تھا، یہ خدا کا بندوبست تھا، یہ خُدا کا انتظام تھا۔ یہ اتفاقِ محض نہیں تھا کہ خدا نے سوچا چلو ایک آدمی مر گیا، مَیں اُسے زندہ کر دوں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ سب کچھ اس کے پروگرام کے تحت تھا۔ اور جب ہم یا آپ کوئی پروگرام بناتے ہیں تو کسی مقصد کے تحت ایسا کرتے ہیں۔ کسی مقصد کے بغیر ہم پروگرام نہیں بناتے۔ اگر خدا نے یہ پروگرام بنایا تو ضرور کوئی مقصد ہوگا۔ اور وہ مقصد یہ تھا کہ ہم جنابِ مسیح پر ایمان لا کر زندگی پائیں۔ یہ ہماری اور آپ کی زندگی کا سوال ہے۔ زندگی

اور مَوت کا سوال ہے - اگر ہم ان پر ایمان نہیں لاتے، انہیں نہیں مانتے، تو ہم مَوت ہیں ہیں - لیکن اگر ہم انہیں مانتے ہیں اور ان پر ایمان لاتے ہیں تو زندگی پاتے ہیں - زندگی کماتے نہیں، پاتے ہیں، ہمیں یہ بخشش کے طور پر ملتی ہے -

جتنے نظریّات اب تک پیش کئے گئے ہیں - ہم نے ان تمام کا جائزہ لیا، عقل کی کسوٹی پر پرکھا، غور و فکر کیا، اور اِس نتیجے پر پہنچے کہ سوائے کتابِ مُقدّس کے پیش کردہ حقائق کے اور کوئی نظریّہ ایسا نہیں جسے ہم قبول کر سکیں - اِس لئے ہم ان تمام نظریّات کو ٹھکراتے ہیں اور کتابِ مُقدّس کے نظریّے کو قبول کرتے ہیں -

لیکن بائبل یہ نہیں کہتی کہ تم اِس نظریّے کو قبول کرو بلکہ وہ یہ کہتی ہے کہ مسیح کو قبول کرو - صرف یہ ماننا کافی نہیں کہ وہ مر گئے اور لوگوں کی خاطر مر گئے، کیونکہ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو یہ مانتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں مانتے کہ جنابِ مسیح میری خاطر مر گئے - یہ ذاتی اور شخصی بات ہے اور ایک ذات پر ایمان ہے - کسی کلیسیا پر نہیں، کسی کلید کے عقیدہ پر نہیں، بلکہ جنابِ مسیح پر ایمان لائیے تو ہمیشہ کی زندگی پائیے گا -

---



# حوالہ جات


۱؎ ۱- کرنتھیوں ۱۵ : ۳ - ۴

۲؎ ۱- کرنتھیوں ۱۵ : ۳

۳؎ ۱- کرنتھیوں ۱۵ : ۵ - ۶

۴؎ ۱- کرنتھیوں ۱۵ : ۶

۵؎ ۱- کرنتھیوں ۱۵ : ۶ - ۸

۶؎ TACITUS, Annals, XV 44

۷؎ SUETONIUS, Life of Claudius

۸؎ القرآن ۴ : ۱۵۶ - ۱۵۸

۹؎ القرآن ۴ : ۱۵۵

۱۰؎ لوقا ۱۱ : ۵۱

۱۱؎ بلکہ قرآن مجید میں تین مقامات ایسے ہیں جن سے شک گزرتا ہے کہ گویا خُدا کے نیک بندوں کے لئے صلیب کی سزا مقرّر کر دی گئی ہے -
ان حضرات سے جو حضرت مُوسیٰ و ہارُونؑ پر ایمان لا چکے تھے، فرعون نے کہا "مَیں کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور دوسرے پاؤں، پھر سُولی چڑھاؤنگا تم سب کو" (سورہ الاعراف ۷ : ۱۲۴) -

"البتہ کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور دُوسرے پاؤں، اور سُولی چڑھاؤں تم سب کو" (سورہ الشعراء ۲۶ : ۴۹)۔
"سواب میں کٹواؤں گا تمہارے ہاتھ اور دُوسرے پاؤں، اور سُولی دوں گا تم کو کھجور کے ڈھنڈ پر" (سورہ طٰہٰ ۲۰: ۷۱)۔ اِن تین مقامات میں سے ایک جگہ بھی نہیں کہا گیا کہ ہم نے انہیں بچا لیا کیونکہ مصلوب ہونا اُن کی تذلیل کے مترادف تھا۔

۱۲ے متی ۲۷ : ۵

۱۳ے اعمال ۱ : ۱۸

۱۴ے متی ۲۶ : ۱۴ - ۱۶ ؛ مرقس ۱۴ : ۱۰-۱۱ ؛ لوقا ۲۲ : ۳ - ۶

۱۵ے متی ۲۶ : ۶۱

۱۶ے متی ۲۷ : ۵۵ - ۵۶ ؛ مرقس ۱۵ : ۴۰ - ۴۱ ؛ لوقا ۲۳ : ۴۹ ؛ یُوحنا ۱۹ : ۲۵ - ۲۷

۱۷ے متی ۲۷ : ۳۲ ؛ لوقا ۲۳ : ۲۶

۱۸ے لوقا ۲۳ : ۴۳

۱۹ے لوقا ۲۳ : ۴۳

۲۰ے یُوحنا ۲۰ : ۲۵ - ۲۷

۲۱ے یُوحنا ۲۰ : ۲۶

۲۲ے یُوحنا ۲۰ : ۲۲

۲۳ے یُوحنا ۲۰ : ۲۸

۲۴ے ویسے قارئین کرام بہتر سمجھتے ہیں کہ سری جانور کی ہوتی ہے انسان کی نہیں۔ اور مصلوب انسان کئے جاتے ہیں، جانور نہیں۔



۲۵ے متی ۲۷ : ۳۳ ؛ مرقس ۱۵ : ۲۲ ؛ لوقا ۲۳ : ۳۳ ؛ یُوحنا ۱۹ : ۱۷

۲۶ے یوحنا ۱۹ : ۲۷

۲۷ے متی ۲۷ : ۵۷ - ۶۱ ؛ مرقس ۱۵ : ۴۲ - ۴۷ ؛ لوقا ۲۳ : ۵۰ - ۵۶ ؛ یوحنا ۱۹ : ۳۸ - ۴۲

۲۸ے STRAUSS, DR DAVID FRIEDRICH, The Life of Jesus Critically Examined (Leben Jesu), English tr. by George Eliot, George Allan & Co. Ltd., London, 1913 (6th ed.)

۲۹ے یُوحنا ۲۰ : ۲۷

۳۰ے یُوحنا ۲۰ : ۲۵

۳۱ے لوقا ۲۴ : ۳۹

۳۲ے یُوحنا ۲۰ : ۲۷

۳۳ے لوقا ۲۴ : ۴۲ - ۴۳

۳۴ے یُوحنا ۲۰ : ۱۹

۳۵ے متی ۲۸ : ۱۱ - ۱۵

۳۶ے اعمال ۷ : ۵۸ - ۶۰

۳۷ے یوحنا ۲۰ : ۱ - ۱۰

۳۸ے RENAN, ERNEST. The Life of Jesus (Vie de Jesus), Watts & Co., London 1947

۳۹ے یُوحنا ۲۰ : ۱ - ۲

۴۰ے یُوحنا ۲۰ : ۳ - ۴

۴۱؎ یُوحنا ۲۰ : ۱۵

۴۲؎ ا-کرنتھیوں ۱۵ : ۶

۴۳؎ اعمال ۳ : ۶

۴۴؎ یوحنا ۳ : ۱ - ۲۱

۴۵؎ TACITUS, Annals, XV 44 "Auctor nominis eius Christus Tiberio Imperitante per procuratorem Pontium Pilatum supplicio adfeetus erat."

۴۶؎ استثنا ۲۱ : ۲۳

۴۷؎ ا-کرنتھیوں ۱۵ : ۶

۴۸؎ اعمال ۲ : ۲۳ - ۲۴

۴۹؎ یُوحنا ۲۰ : ۳

۵۰؎ متی ۲۶ : ۲۶ - ۲۷ ؛ مرقس ۱۴ : ۲۲ - ۲۴ ؛ لوقا ۲۲ : ۱۹ - ۲۰

۵۱؎ ا-کرنتھیوں ۱۵ : ۳ - ۴